R. No. 2106/57 Regd. No. L922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

جلد ۲۳ - شمارہ ۲۳	ایڈیٹر - آل احمد سرور	۱۵ر جون ۱۹۶۴ء

اداریہ

اُردو ادب کا نہرو نمبر

پنڈت جواہرلال نہرو نے ہندوستان اور انسانیت کی جو خدمت کی ہے اور انھیں ہماری مشترک قومی تہذیب سے جو محبت اور اُردو زبان و ادب سے جو گہری ہمدردی تھی، اُس کے پیشِ نظر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ "اُردو ادب" کا ایک نہرو نمبر نکالا جائے جس میں پنڈت نہرو کی سیرت و شخصیت، اُن کی گوناگوں صفات، اُن کی ہمہ گیر خدمات اور اُن کے نظریات اور کارناموں پر ملک کے مشہور اہلِ قلم، اُردو کے ممتاز ادیبوں اور پنڈت نہرو کو اچھی طرح جاننے والوں کے مضامین ہوں گے۔ اس نمبر میں اُن کی تحریروں کا ایک انتخاب بھی ہوگا اور اردو کے شعرا کا خراجِ عقیدت بھی۔

کون نہیں جانتا کہ پنڈت نہرو کی وفات سے ہندوستان ہی نہیں پوری انسانیت ایک بڑے رہنما سے محروم ہو گئی اور ان کی یاد میں مضامین اور کتابوں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری رہے گا۔ اُن کی خصوصیات کو یاد کرنا، اُن کو دلوں میں جاگزیں کرنا، آنے والی نسلوں کے لئے اُن کے متعلق تاثرات اور حکایات کا ایک گنجینہ چھوڑنا، ان کی مثال کو برابر سامنے رکھنا یہ سب باتیں ضروری ہیں اور ان سے قوم کو نہرو کے راستے پر برابر چلتے رہنے میں مدد ملے گی۔ یقین ہے کہ اردو ادب کا یہ خاص نمبر اس مقدس کام میں کچھ مدد دے سکے گا۔ یہ نمبر آخر اکتوبر میں شائع ہو جائے گا۔ اس کے لئے مضامین بہرحال ۱۵ر اگست تک وصول ہو جانے چاہئیں۔

ہمارے نئے وزیرِ اعظم

لال بہادر شاستری جو ہمارے نئے وزیرِ اعظم منتخب ہوئے ہیں، پنڈت نہرو کے پُرانے رفیق ہیں اور ان کے سچے پیرو۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کی قیادت میں ملک نہرو کے راستے پر آگے بڑھے گا۔ اگرچہ پنڈت نہرو کے انتقال کے بعد ہی اقتدار کے لئے رسہ کشی شروع ہوگئی تھی، مگر دنیا نے جلد دیکھ لیا کہ نہرو کا ملک اور نہرو کی پارٹی اس نازک موقع پر اتفاق اور ڈسپلن کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ لال بہادر شاستری نہایت سچے اور کھرے آدمی ہیں وہ اقتدار کے بھوکے نہیں بلکہ خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ جب وہ ریلوں کے وزیر تھے اور ریل کا ایک بڑا حادثہ ہوا تھا اس وقت اگرچہ براہِ راست انکی ذمہ داری نہیں تھی، مگر انھوں نے ملک میں اچھے معیار و اقدار قائم کرنے کے لئے استعفا دے دیا تھا۔ کامراج پلان میں بھی وہ خوشی سے شریک تھے۔ پنڈت جی نے جب دوبارہ انھیں وزارت میں شریک کیا تو یہ ظاہر کر دیا کہ وہ ان پر کس قدر اعتماد کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے پہلے نشریئے میں قوم کو

اس اشاعت میں

جس مخلصانہ لہجے میں خطاب کیا ہے اور اتحاد اور اتفاق کی جس طرح تلقین کی ہے، وہ ہمارے مستقبل کے لئے فال نیک ہے۔ ہمیں امید ہے کہ وہ جمہوریت کو فروغ دینے میں، غیرمذہبی ریاست کو مستحکم کرنے میں، سوشلزم کی طرف قدم بڑھانے میں، ہندوستان کی ناوابستگی کی پالیسی کو چلانے میں، ملک میں ہر حالت میں امن وامان قائم رکھنے میں اور دنیا میں امن کی فضا بڑھانے میں کوئی دقیقہ فراموش نہ کریںگے۔ نہرو کو سب قومی زبانوں سے دلچسپی تھی۔ اُردو سے اُن کی دلچسپی بھی سب پر روشن تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ اُن کا جانشین سب قومی زبانوں کے فروغ کے لئے حالات استوار کرے گا اور اُس کے زمانے میں اُردو کو بھی ترقی کے پورے مواقع ملیں گے۔ ہم لال بہادر شاستری اور اُن کی وزارت کا صدقِ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں اور ہماری نیک تمنائیں اُن کے ساتھ ہیں۔

حامد حسن قادری بھی چل بسے

کراچی کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ اُردو کے مشہور مصنف، نقاد اور محقق، پروفیسر حامد حسن قادری کا ۲؍جون کو انتقال ہوگیا۔ پروفیسر قادری 'داستان تاریخ اردو' جیسی اعلیٰ درجے کی کتاب کے مصنف تھے۔ وہ سینٹ جانس کالج آگرہ میں برسوں اُردو اور فارسی پڑھاتے رہے اور وہاں سے سبکدوش ہونے کے بعد اپنے بچوں کے پاس کراچی چلے گئے۔ انجمن نے اُن کا مومن کا انتخاب مع شرح کئی سال ہوئے شایع کیا تھا۔ قادری صاحب اُردو، فارسی، عربی تینوں کے ادب پر فاضلانہ قدرت رکھتے تھے۔ ساری عمر طلبہ کو پڑھانے اور لکھنے لکھانے میں گزار دی۔ بڑے خاموش کام کرنے والے تھے۔ جس سے ملتے تھے بڑی محبت سے ملتے تھے۔ لکھنے میں بڑے جری تھے۔ قلم میں ایک خاص شوخی بھی تھی۔ تاریخ گوئی میں اُنھیں ایسا ملکہ تھا کہ کم دیکھنے میں آیا۔ شعرا کے کلام پر تضمین بڑی خوبی سے کرتے تھے۔ اُن کے دم سے رنگارنگ بزم آرائیوں کی کتنی ہی حسین یادیں وابستہ تھیں۔ ہماری زبان کے قدردان تھے۔ بڑے شوق سے پرچہ منگواتے اور کبھی کبھار کچھ نہ کچھ لکھتے بھی رہتے۔ افسوس ہے کہ اُن کی موت سے پرانی نسل کا ایک اور ستون گر گیا اور اردو ادب اپنے ایک ممتاز، صاحب طرز اور دلنواز مصنف اور ادیب سے محروم ہوگیا۔ نام اللہ کا۔

مولانا حامد حسن قادری کا انتقال

پنجشنبہ ۴؍جون کو کراچی میں اُردو کے مشہور محقق، معلم اور مصنف پروفیسر حامد حسن قادری کا انتقال ہوگیا۔
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

سخن در سخن

ادبی حلقوں کو اس اطلاع سے مسرت ہوگی کہ مشہور ادیب شاعر اور اُردو زبان کے دیرینہ خدمت گزار حضرت اعجاز صدیقی کی غزلوں کا مجموعہ "سخن در سخن" ترتیب دیا جارہا ہے۔

جدید اُردو غزل کو عظمت ورفعت عطا کرنے میں اعجاز صدیقی کا بھی حصہ ہے۔ "سخن در سخن" میں صرف وہ غزلیں ہوںگی جو موصوف نے گزشتہ ۱۲ سال میں وقفوں وقفوں سے کہی ہیں اور جن کی انفرادیت مُسلّم ہوچکی ہے جن کے اکثر اشعار عوام وخواص کی زبان پر ہیں۔

اعجاز صدیقی اپنے پچھلے دور کے بیس سالہ بہترین سرمایۂ کلام کو نظرانداز کرتے ہوئے صرف دورِ آخر کی ایسی منتخب غزلیں اس مجموعے میں دے رہے ہیں جو آفاقی حیثیت رکھتی ہیں اور جن میں ہمارے وقت کی دھڑکنیں صاف سُنائی دیتی ہیں۔ جو ہمارے دور کی حقیقتوں اور صداقتوں کو منفرد لب ولہجہ میں پیش کرتی ہے اور جن کا زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ جن میں روایتی غزل سے انحراف کے باوجود کلاسیکی رچاؤ، فکری گہرائی اور فنی التزام ہے۔

"سخن در سخن" ایک ایسے شاعر کا مجموعۂ کلام ہے جو تیس سال کی مشق ومزاولت کے باوجود افراط وتفریط سے بچا رہا۔ سنگلاخ زمینوں میں شگفتہ کاری اعجاز صدیقی کی خصوصیت ہے۔ "سخن در سخن" کی غزلوں میں تجربات ومشاہدات کی تیز آنچ سے زندگی، حرارت اور توانائی پیدا کی گئی ہے۔ ہر غزل

"جو سُنتا ہے اُسی کی داستاں معلوم ہوتی ہے"

خاص اہتمام کے ساتھ اکتوبر ۱۹۶۴ء تک "سخن در سخن" کی اشاعت متوقع ہے۔

آدم جی ادبی انعامات

ممتاز شاعر احمد ندیم قاسمی کو اُن کے شعری مجموعہ "دشت وفا" اور عبداللہ حسین کو اُن کی ناول "اداس نسلیں" پر پاکستان رائٹرز گلڈ نے اپنے ۱۹۶۳ء کے آدم جی انعامات دیے جانے کا اعلان کیا ہے۔
یہ انعامات پانچ پانچ ہزار روپے کے ہیں۔

(افکار۔ کراچی)

نیر اقبال

ہندوستان میں سب سے پہلے چھاپے خانہ کا ورود

ہندوستان میں آنے والے پروٹسٹنٹ مشنریوں نے نسبتاً رومن کیتھولک کے علم و ادب پر زیادہ توجہ دی۔ ان لوگوں نے یہاں آتے ہی یہاں کی علاقائی بولیوں سے واقفیت بہم پہنچائی اور ان بولیوں میں بائبل کو منتقل کرنے لگے ہندستانیوں کے واسطے مشن اسکول قائم کئے اور ان اسکولوں میں اپنے کئے ہوئے ترجموں کے ذریعے سے بائبل کی تعلیم دینے لگے۔

سب سے پہلا لوتھیرین مشن ڈینمارک کے بادشاہ فریڈرک چہارم نے بھیجا تھا۔ اس مشن میں دو جرمن پادری زیگنبالگ[1] اور پلشو تھے۔ ان لوگوں نے ٹرانکوبار کو اپنا مرکز قرار دیا۔ ان دونوں کو ہی اپنے کام سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ ان لوگوں کی راہ بڑی دشوار گذار تھی۔ ہندستانی اور خاص طور سے مسلمان ان سے بے حد نفرت کرتے تھے۔ رومن کیتھولک جو ان لوگوں سے قریب دو صدی پہلے سے ہندوستان میں موجود تھے ان سے سخت مخالفانہ برتاؤ کرتے تھے۔ اس کے باوجود ان دونوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ یہاں کی زبانوں اور خاص طور سے تامل کو سیکھا اور زیگنبالگ نے چند برسوں کے اندر پوری توریت اور انجیل کا بڑا حصہ (کتاب رتھ تک) تامل میں منتقل کر دیا اور اس کے مختلف حصوں کو اپنے ہی قائم کئے ہوئے متعدد اسکولوں میں پڑھانا بھی شروع کر دیا۔ اس کام کے لئے اس کو ان ترجموں کے کئی کئی نسخے بنوانا پڑے۔

اس کی لگن سے متاثر ہو کر انگلینڈ کی ایس پی سی کے[2] نے اس کو ایک پرنٹنگ پریس دینے کا فیصلہ کیا۔ یہی ہندوستان میں آنے والا اولین مطبع ہے۔ اسی کے ذریعے سے ہندستان مشینی طباعت سے روشناس ہوا۔

یہ مشنری ہندوستان کے حالات کے بارے میں اپنے مالک سے خط و کتابت کرتے رہتے تھے۔ ان تمام خطوط کو بعد میں مرتب کر کے شایع کر دیا گیا۔

ان خطوط میں دو ایسے خط بھی ہیں جن میں اس مطبع کے سفر ہندوستان کے سلسلے میں پیش آنے والے بعض واقعات کی تفصیل ملتی ہے۔

مسٹر فنک[3] جو کہ فن طباعت میں ماہر اور لاطینی عالم تھا۔ اس مشین کو ہندوستان پہنچانے کا ذمہ دار بنایا گیا۔ انگلینڈ سے اس پریس کی روانگی کے بارے میں ہم کو کوئی اطلاع نہیں ملتی۔ دوران سفر سینٹ سبیشن ریوڈی جینرو[4] سے مسٹر فنک نے ۲۰ اکتوبر ۱۷۱۱ء کو ایک خط لکھا ہے۔ اس خط سے جو معلومات فراہم ہوتی ہیں ان کے مطابق پرتگالی رومن ٹائپ کا ایک fount والا ایک مطبع مسٹر فنک کے ہاتھ بھیجا گیا تھا اس کی ہنڈیاں جنگی جہاز جس کے کپتان کیپٹن اسٹن کی تحویل میں تھیں۔ خط استوا کے قریب سمندر کے غیر معمولی طور پر ساکن ہو جانے کی وجہ سے ان لوگوں کی بدنصیبی ان کو ریوڈی جینرو میں لے گئی۔ ان کے داخلے کے فوراً بعد ہی ۱۵ جہازوں کا ایک فرانسیسی دستہ جس کی قیادت ایڈول فرانن کر رہا تھا وہاں آ پہنچا۔ اس زمانہ میں پرتگالیوں اور فرانسیسیوں میں ان بن تھی۔ ایک سال پہلے پرتگالیوں نے فرانسیسیوں سے کچھ ناروا سلوک کیا تھا۔ ایڈول فرانن کو ان مظالم کا بدلہ لینے کا خیال آیا اور اس نے ریوڈی جینرو پر حملہ کر دیا۔ آٹھ دن تک لڑائی ہوتی رہی۔ آٹھویں دن پرتگالیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور قصبہ پر فرانسیسیوں کا قبضہ ہو گیا۔

جنگی جہاز جس نے فرار ہونے کی ناکام کوشش کی اور فرانسیسیوں کے ہاتھوں میں پڑ گیا۔ اس کی اطلاع گورنر کولیٹ کو ہوئی۔ یہ گورنر سنکوئی دغالی بنگال سے متعلق تھا۔ یہ وہی مسٹر جوزف کولیٹ تھا جو ۱۷۱۶ء میں ایڈورڈ ہیرسن کے بعد مدراس کا گورنر ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے کو بطور یرغمال دے کر اس جہاز کو آزاد کروالیا۔ اور پریس وغیرہ کو دوبارہ مناسب قیمت پر پرانے مالکوں کے ہاتھ بیچ دیا، اور مسٹر فنک کو مع پریس کے مدراس پہنچا دینے کا وعدہ کیا۔ مسٹر فنک کا خط ریوڈی جینرو سے ہی لکھا گیا ہے۔ اس سے اسی حد تک معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ اس کے بعد ریوڈی جینرو سے مدراس تک کے سفر کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ بہر حال بربادی سے بال بال بچا ہوا یہ پریس کسی نہ کسی طرح سے مدراس پہنچ گیا۔ اور وہیں قائم کر دیا گیا۔ اس پر سب سے پہلے جو کتاب طبع ہوئی وہ انجیل کا تامل ترجمہ تھا۔ یہ ترجمہ تامل زبان میں انجیل کا

---

[1] Plutshau & B. Zigenbalg

[2] Society of promoting Christian Knowledge

ہندستان میں اس کی پہلی شاخ ۱۷۱۲ء میں ٹرانکوبار میں اور دوسری ۱۷۲۸ء میں مدراس میں قائم ہوئی۔

[3] Mr. Finch

[4] St. Sebastion, Rio de Janeiro

پہلا ترجمہ تھا جو شایع ہوا۔

ایک دوسرے خط میں اس پریس کے مدراس سے ٹرانکو بار لائے جانے کی روئداد ملتی ہے۔ یہ خط زیگن بالگ اور ایک اور پروٹسٹینٹ مشنری گرنڈلر[1] کی طرف سے لکھا گیا ہے۔ خط مورخہ ۲ستمبر ۱۷۱۲ء کا ہے۔ اس کا مخاطب ایس۔ پی۔ سی۔ کے کا سکریٹری مسٹر ہنری نیوسن ہے۔ اس میں اول تو سوسائٹی کا شکریہ ادا کیا گیا ہے کہ وہ دو سال سے ان لوگوں کے کام میں بے حد دلچسپی لے رہی ہے۔ اس کے بعد ان مشکلات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو اس پریس کو مدراس سے حاصل کرنے میں درپیش ہوئیں۔ لیکن کسی نہ کسی صورت سے یہ کام سرانجام پا گیا۔ اور اب پریس ان کے گھر میں لگا دیا گیا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے سکریٹری کی توجہ خاص طور سے اس طرف مبذول کی ہے کہ سوسائٹی نے اپنی مہربانی سے ان کو پہلا پریس بھیجا اور اس کے ساتھ دوسرے ضروری سامان کے سات عدد صندوق ہیں۔ اب انھوں نے سوسائٹی سے پھر درخواست کی کہ اس پریس کا زرِ فدیہ ادا کر دیا جائے اس کے بعد یہ پریس پھر دوبارہ غالباً مسٹر فنک سے خریدا گیا اور پروٹسٹنٹ مشن اس کا بلا شرکت غیرے مالک ہو گیا۔

۱۷۲۸ء تک ایسے شواہد فراہم ہوتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ پریس ٹرانکوبار کے پروٹیسٹنٹ مشنریوں کے پاس موجود تھا۔

---

[1] Grundler زیگنبالگ اور پلٹشو کے یہاں جم جانے کے بعد پروٹسٹنٹ مشنریوں کے بھی آنے کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔

ہندی صرف ۴۰ فی صدی عوام کی زبان ہے

مرکزی نائب وزیر تعلیم شری بھگت درشن نے ہندی داں طبقہ کی لسانی عصبیت کی مذمت کرتے ہوئے سنسکرت آمیز ہندی کے استعمال پر بھی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

شری بھگت درشن ہندی کے مشہور ادیب آچاریہ مہاویر پرشاد دویدی کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر منعقدہ ایک جلسے میں تقریر کر رہے تھے۔ آپ نے کہا کہ ہندی بولنے والے علاقوں میں ہندی کا استعمال سیاسی اغراض کے لئے کیا جا رہا ہے۔ ہندی کے نام نہاد لیڈر ہندی کو خود اپنے ہی ہاتھوں نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس کے برعکس میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں غیر ہندی داں طبقہ قومی زبان کی ترقی میں خاص طور سے تعاون کر رہا ہے۔

نائب وزیر تعلیم نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ ہندی ملک کی اکثریت کی زبان ہے۔ پھر بھی اس کو قومی زبان قرار دینے کو آپ نے مناسب بتایا۔ آپ نے کہا کہ صرف ۴۰ فی صدی عوام ہندی کو اپنی مادری زبان تسلیم کرتے ہیں۔ بقیہ لوگوں میں ۲۰ سے ۲۵ فی صدی تک لوگ ایسے ہیں جو ہندی بول یا سمجھ لیتے ہیں۔

آپ نے حکومت کی طرف سے یقین دلایا کہ ہندی کو اپنا بہ جا مقام حاصل کرنے میں وہ کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔ لیکن اس کے باوجود ہندی داں طبقہ کو ہندی کی ترقی کے لئے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔

آپ نے سنسکرت آمیز ہندی کے استعمال پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج جب میں یہاں آ رہا تھا تو میں نے راستے میں ایک سائن بورڈ دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا "ایچھک کت وان کیندر"۔ سرکاری اداروں میں اس قسم کا سائن بورڈ لگانا باعث شرم ہے۔ آپ نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا ہندی زبان کو ہندی کے مرکزی شہر بنارس میں قتل کیا جا رہا ہے۔

ہندوستانی طلبہ کے لئے کم قیمت کی کتابیں

برطانیہ کے ممتاز سائنس داں ڈاکٹر ٹریور ولیمز ہندوستان میں برطانیہ کی کم قیمت کی کتابوں کی اسکیم کی کامیابی کا جائزہ لینے کے لئے ۹ر اپریل ۱۹۶۴ء کو نئی دہلی پہنچے تھے۔

ڈاکٹر ولیمز اس مشاورتی کمیٹی کے رکن ہیں جو ان کتابوں کا انتخاب کرتی ہے۔ اس اسکیم کا مقصد ہندوستانی طلبہ کو نصاب کی کتابیں ایسی قیمت پر مہیا کرنا ہے جو وہ آسانی سے ادا کر سکیں۔ ٹرینٹی کالج آکسفورڈ کے صدر مسٹر اے۔ ایل۔ پی۔ نارنگٹن کمیٹی ہذا کے چیرمین ہیں۔

کم قیمت کی کتابوں کی اسکیم آج سے تین سال قبل شروع ہوئی تھی۔ اس میں تقریباً ۴۰ برطانوی پبلشر حصہ لے رہے ہیں۔ اب تک اس اسکیم کے تحت مختلف کتابوں کی ۲۲ لاکھ ۵۰ ہزار جلدیں تیار ہو چکی ہیں۔ ان میں سے ۷۵ فی صدی کتابیں ہندوستان میں تقسیم ہوئی ہیں۔ شایع ہونے والی تازہ ترین کتابوں میں شیکسپیر کی تمام تخلیقات کا ایک مجموعہ بھی شامل ہے جس کی قیمت صرف چھ روپے ہے۔

غزلیں

احمد رئیس

اپنے سینے میں نئے زخم سجا کر دیکھیں
آرزوؤں کی حسیں شمعیں جلا کر دیکھیں

ایک مدت سے ہے ویران شبستانِ حیات
اپنے غم خانے میں ہم اُن کو بُلا کر دیکھیں

آج شاید وہ مدارات پہ مائل ہو جائیں
اپنی رودادِ الم اُن کو سُنا کر دیکھیں

شہرِ خوباں میں چلیں واعظِ دیں کو لے کر
ایک کافر کو مسلمان بنا کر دیکھیں

توڑ دیں جامِ کہن ہم نئے ساغر ڈھالیں
آج میخانے میں طوفان اُٹھا کر دیکھیں

پھر نئے ساز، نئی لے پہ نئے ڈھنگ کے ساتھ
ہم نئے دور کے نغمات کو گا کر دیکھیں

ہم نئے عزم و جواں فکر کے خوگر ٹھہرے
جادۂ انجم و مہتاب پہ جا کر دیکھیں

اے تصوّر

جس کے کارن بڑھی ہے دل کی جلن — تھا تجھے بھولنے کا پاگل پن
ہے ترے انتظار میں بیٹھی — بال بکھرائے حسرتوں کی دلہن
میرے نغموں میں کاش اُتر آئے — تیری آواز کا یہ دھیما پن
کھل بھی جاتے ہیں انتظار کے پھول — یوں تو اُجڑا ہوا ہے دل کا چمن

اے تصوّر سکونِ دل کے لئے
اِک نظر اُن کی اپنے لاکھ جتن

حسرت رسالپوری

اب کہاں جاؤ گے رہ جاؤ یہیں رات کی رات
بھیگی بھیگی ہے فضا اور یہ برسات کی رات

جام و مینا کو ذرا وجد میں آ جانے دو
خود بہک جائے گی رندانِ خرابات کی رات

یاں کے زاہد نے کئے سیکڑوں سجدے شب بھر
ہم نے میخانے میں دیکھی ہے مناجات کی رات

ساقیا رقص میں پھر جامِ شراب آنے دے
خود ہی ہو جائے گی یہ رات کرامات کی رات

ہم نے رو رو کے گذاری ہے بمشکل حسرت
راس آئی نہ ہمیں صورتِ حالات کی رات

ہندی کو عام فہم بنایئے ۔ سچیتا کرپلانی

وزیر اعلیٰ مسز سوچیتا کرپلانی نے لکھنؤ میں اپنی ایک تقریر میں کہا کہ ہمارے لئے یہ بات باعثِ شرم ہے کہ ہم اپنی رسمی تقریبات اور سماجی زندگی میں بھی اس حقیقت کو نظر انداز کر کے انگریزی بولتے اور لکھتے پڑھتے ہیں کہ ہندی چودہ برس سے ہماری قومی زبان کی حیثیت اختیار کئے ہوئے ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی قومی زبان پر نہ تو فخر و ناز ہے، نہ ہم اس کے شیدائی ہیں۔ یہ وہ عناصر ہیں جن پر زبان کی بنیاد قایم ہوتی ہے اور اس کی حیثیت بلند کی جاتی ہے۔

مسز کرپلانی نے کہا کہ ہندی کے راستے میں جو متعدد رکاوٹیں اور دوسری دشواریاں حائل ہیں انھیں قومی جذبے سے دور کرنا چاہیئے۔ مسز کرپلانی نے اسرائیل کی مثال دی جہاں قومی جذبات نے یہودیوں کو جو دنیا کے مختلف حصوں سے آرہے تھے اور مختلف زبانیں بولتے تھے، اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ قدیم اور مُردہ عبرانی زبان کو دوبارہ زندہ کر کے اُسے اپنی قومی زبان بنائیں۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ پُر اثر اور شگفتہ ہندی کو ایسی شکل اختیار کرنا چاہیئے جو سب کو پسند ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ کام اُسی وقت انجام دیا جا سکتا ہے جب ہندی کو سنسکرت کے ثقیل الفاظ کی بھرمار سے بچایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ زبان کا حُسن اس کی سادگی ہی میں مضمر ہے۔ انہوں نے ہندی نوازوں کو بتایا کہ مختلف سائنٹفک اور ٹیکنیکل موضوعات پر ہندی میں زیادہ سے زیادہ معیاری کتابیں لکھیں تاکہ یونیورسٹیوں میں ہندی کا استعمال عام ہو جائے۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ نئی عمارتوں کی تعمیر پر جو ہنگامی پابندیاں عاید کی گئی تھیں وہ آہستہ آہستہ نرم کی جا رہی ہیں۔ اس لئے اب گیارہ لاکھ روپیہ کی لاگت سے ریاست میں "ہندی بھون" کی تعمیر ممکن ہے۔

(سیاست جدید)

اُردو مثنویاں

حکومت اتر پردیش نے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی کتاب "ہندوستانی قصّوں سے ماخوذ اُردو مثنویاں" کو حالیہ اردو کتابوں میں سے بہترین قرار دیتے ہوئے ڈیڑھ ہزار روپے کا غالب پرائز دینے کا اعلان کیا ہے۔ اس کتاب میں نہایت تلاش اور تحقیق سے اُردو مثنویوں کی ہندوستانی بنیاد کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان مثنویوں سے مفصل بحث کی گئی ہے جن کے قصے ہندوستان کی عوامی اور تہذیبی روایتوں سے لئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر نارنگ آج کل امریکہ کی وسکانسن یونی ورسٹی میں اُردو کے وزیٹنگ پروفیسر ہیں۔

خراجِ عقیدت

انجمن ترقی اُردو صوبۂ دلی کی جانب سے ۱۴ جون کی شام کو ودبارہال میونسپل کارپوریشن میں تعزیتی جلسہ آنجہانی پنڈت جواہرلال نہرو کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے کیا گیا۔ جلسے کی صدارت پروفیسر ہمایوں کبیر نے فرمائی۔

مقررین میں پنڈت سندر لال، مفتی عتیق الرحمٰن، نورالدین احمد، لالہ شام ناتھ اور یونس سلیم صاحب شامل تھے۔ ان تمام اصحاب نے پنڈت جی کی ملکی اور قومی خدمات کو سراہا اور کہا کہ نہرو کا خاص مشن قومی یک جہتی تھا جسے ان کے بعد برقرار رکھنے کی کوشش کرنا ہم سب کا فرض ہے، اور متفقہ طور پر مرحوم موصوف کو جمہوریت پسند رہنما قرار دیا۔

پنڈت سندر لال صاحب صدر انجمن ترقی اُردو دلی نے جلسے کے آغاز میں اپنے اور نہرو جی کے ذاتی تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایک قوم کو بہت سے مسائل کا سامنا ہوتا ہے لیکن ہندوستان کو جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش ہے وہ قومی یک جہتی کا ہے۔ گذشتہ پچاس برس کے عرصے میں گاندھی جی کے بعد اگر کسی دوسرے لیڈر نے اس سلسلے میں بڑا کام کیا ہے تو وہ نہرو ہیں جن کا ماتم کرنے کے لئے آج ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ان کی موت سے ایسے لوگوں کو شدید صدمہ پہنچا ہے جن کے دلوں میں قومی یک جہتی کی لگن ہے۔ انجمن ترقی اُردو اُن چند اداروں میں ہے جو قومی یک جہتی کے لئے کوشاں ہیں کیونکہ اُردو مشترک کلچر اور اتحاد و یک جہتی کی علامت ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اُردو کے لئے کام نہ کرتا، اس اعتبار سے اتحاد و یگانگت کا ایک سچا دوست ہمارے درمیان سے اُٹھ گیا ہے کسی رہنما نے ملک و قوم کے نام کو دنیا میں اس قدر بلند ہی نہیں دی جس قدر جواہرلال نہرو نے دلائی، مہاتما گاندھی کی شخصیت شناسی ہی تھی کہ انھوں نے جواہرلال کو اپنا جانشین چُنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حوصلہ دے کہ ہم اس غم کو برداشت کرتے ہوئے قومی یک جہتی کے مشن کو آگے بڑھائیں۔

دلی کارپوریشن کے سابق میئر نورالدین احمد نے اپنی تقریر میں جواہرلال نہرو کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کسی ملک کے اندر ایک نسل میں شاید ہی اتنے بڑے بڑے رہنما ہوئے ہوں جیسے کہ ہماری اس نسل کے اندر ہوئے ہیں۔ اور یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ مہاتما گاندھی نے آزادی کے لئے جد وجہد کی اور حاصل کیا اور جواہرلال جی نے آزادی کو مضبوط کیا۔ انگریز جب گیا تو یہ چیلنج کر گیا تھا کہ ہندوستان آزادی حاصل کر کے حکومت کو چلا نہیں سکتا۔ ہندوستان کی تقسیم بھی انگریزوں کی عیارانہ پالیسی کا نتیجہ تھی۔ لیکن پنڈت جواہرلال نہرو نے اور اُن کے رفقائے کار نے جن میں مولانا آزاد، پنڈت پنت، سردار پٹیل، رفیع احمد قدوائی جیسے زبردست مدبر شامل تھے، انگریز کے چیلنج کو قبول کیا، اس کا مقابلہ کیا اور ہندوستان کو ایک مضبوط ایڈمنسٹریشن دیا۔

سنہ ۱۹۴۷ء کے بعد جو انھوں نے کام کیا وہ ہمارے سامنے ہے اُنھوں نے ہندوستان کو ایسا آئین دیا کہ جس کی مثال نہیں ہے، دنیا کے کسی آئین میں اس قدر آزادی نہیں دی گئی جس قدر ہندوستان کے آئین نے دی ہے، انھوں نے ہندوستان کے اتحاد کو قائم رکھا، اس سے دنیا میں ہندوستان کی عزت بڑھی، دو پاور بلاکوں کی کشمکش کو دیکھتے ہوئے انھوں نے ناطرفداری کی پالیسی تخلیق کی، یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا شروع میں دونوں ملکوں نے اس کی مخالفت کی آخر پالیسی کامیاب رہی۔

اپنی تقریر کے آخر میں نورالدین صاحب نے کہا بڑے بڑے رہنما پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں، لیکن اصل میں ان کی موت اُس وقت واقع ہوتی ہے جب ملک ان کے اصولوں اور آدرش کو بھلا دیتا ہے۔ اگر ہم نے اپنی اخلاقی قدروں کو سنوارا اور انسان دوستی کا خیال رکھا تو سب کچھ درست ہو جائے گا۔

یونس سلیم صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہر بڑے رہنما کے کچھ اصول ہوتے ہیں اگر ان اصولوں پر ہم چلیں تو یہ سچا خراجِ عقیدت ہو گا۔ پنڈت نہرو عالمگیر انسانیت کے ایک بڑے علمبردار تھے، ان کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ آئین ساز اسمبلی نے اُردو کو ہندوستان کی ایک قومی زبان تسلیم کیا۔ اُردو کو پنڈت جی اس لئے پسند کرتے تھے کہ وہ ہندوستان کی ایکتا کی نشانی ہے۔

مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب کوئی بڑا آدمی ہمارے درمیان سے گذر جاتا ہے تو اس کی جگہ مشکل سے بھرتی ہے۔ جواہرلال نہرو جیسی باعظمت پُر وقار ہستی کی موت اور خصوصیات سے بھرپور شخصیت کے بارے میں یہ بات کچھ زیادہ صحیح ہے کہ گذشتہ ۱۸۵۷ء سے لے کر سنہ ۱۹۶۴ء تک جنگِ آزادی کے زمانے میں اور اس کے

بعد سے اب تک کے عرصے میں جو چند بڑی شخصیتیں گذری ہیں جواہر لال نہرو ان میں سے ایک تھے۔ گذشتہ پچاس برس کے عرصے میں ان کی شخصیت نمایاں رہی ہے، آزادی سے قبل بھی وہ بہت نمایاں تھے۔ کانگریس کے اجلاس میں جواہر لال نہرو کی صدارت میں تاریخی ریزولیوشن منظور کیا گیا حالانکہ اس وقت مہاتما گاندھی اور پنڈت موتی لال نہرو بھی موجود تھے لیکن جواہر لال نے نوجوانی میں یہ اونچا مقام حاصل کر لیا تھا۔ ان کے سیاسی شعور اور آزادی جمہور کے جذبے کا اثر نہ صرف ہندوستان بلکہ ان تمام مقامات پر پڑا جہاں کوئی نوآبادیاتی نظام تھا۔ کتنے ملک جواہر لال کے اس جذبے سے آزاد ہوئے۔ ان کا جذبہ دنیا کے تمام مظلوم انسانوں کے لئے مشعل راہ بنا۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ ایک زندہ قوم ہمیشہ زندہ رہتی ہے خواہ کسی حادثے میں اس کی جان ہی کیوں نہ نکل جائے۔ لیکن ایسا اس وقت ہو سکتا ہے جب وہ قوم اپنے رہنماؤں کے نقش قدم پر چلے، پنڈت جی نے ہمیں کچھ اصول دیئے، وہ اصول ہیں ڈیموکریسی، سوشلزم، سیکولرزم۔ ہم ان اصولوں پر کاربند رہنے کا عہد کریں۔ یہاں ابھی تک نعرے لگتے رہتے ہیں۔ اور اتنا بڑا ملک ہے اس لئے ایسا ہونا کوئی تعجب نہیں، کبھی پاکستان کا نعرہ بھی یہاں لگا تھا جو بن گیا۔ لیکن مہاتما گاندھی نے اس ملک کے لئے ہندو اسٹیٹ کا نام تجویز نہیں کیا۔ انہوں نے مستقبل پر غور کرتے ہوئے پوری بصیرت کے ساتھ اعلان کیا کہ ہندوستان کی منزل جمہوریت اور سیکولرزم ہے اور پنڈت نہرو نے اس فیصلے پر عمل کرتے ہوئے اپنی عمر صرف کی۔ اگر ہمیں اس ملک کے مستقبل کو روشن بنانا ہے تو اسی راستے پر چلنا ہوگا، جو گاندھی جی نے دکھایا اور جس پر پنڈت جی زندگی بھر چلتے رہے۔ اس مصیبت کے وقت میں جب یہ رہنما ہمیں چھوڑ کر چلا گیا ہے ضرورت ہے کہ ہمارے قدم ڈگمگائیں نہیں اور ہم اپنے ذہن کو پُرسکون رکھیں۔

نائب وزیر اطلاعات و نشریات لالہ شام ناتھ نے مسٹر نہرو کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے قومی یک جہتی پر زور دیا اور کہا کہ ہمیں اس ملک کو آگے بڑھانا ہے اور بلا تفریق مذہب و ملت تن من دھن سے یک جہتی کے لئے کام کرنا ہے اسی طرح ہم سچے ہندوستانی ثابت ہو سکتے ہیں۔ لالہ جی نے کہا کہ ہم سے غلطیاں ہوئی ہیں ان کی وجہ سے بیرونی دنیا میں ہماری بدنامی ہوئی لیکن پنڈت جواہر لال نہرو کی شخصیت تھی جو ہماری ان غلطیوں کی پردہ پوشی کرتی تھی۔ ان کے بعد آپس میں اتحاد رکھنا بے حد ضروری ہے قوم کو چاہئے کہ تنگ دلی اور جذبات پرستی کو چھوڑ کر پرسکون ذہن کے ساتھ پنڈت جی کے بتائے ہوئے راستے پر چلے اس سے ہندوستان کا نام اونچا ہوگا اور یہی ہمارا خراج عقیدت ہے جو ہم اس عظیم انسان کو پیش کر سکتے ہیں۔

پروفیسر ہمایوں کبیر نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا! پنڈت جی اُردو کے حامی صرف اس لئے نہیں تھے کہ وہ ان کی مادری زبان تھی، وہ سمجھتے تھے کہ اردو محبت کی زبان ہے اس ملک کی ایکتا کی نشانی ہے اور پورے ہندوستان کی زبان ہے۔ آج اس جلسے میں دیکھئے میسور سے محسن صاحب آئے حیدرآباد سے یونس سلیم صاحب، اور میں پورب بنگال کا رہنے والا ہوں۔ دلی سے اتنی دور کے فاصلے پر رہنے والے ہم لوگ دلی اور یوپی کے ادباء اور شعراء کے ساتھ مل کر بیٹھے ہیں، اُردو سے ہم کو بھی محبت ہے اور خراج عقیدت ہم بھی اسی زبان میں اپنے محبوب لیڈر کو پیش کر رہے ہیں۔

اُردو کے سلسلے میں میں مایوس نہیں ہوں۔ یہ ہندوستان کے اتحاد کی زبان ہے ہمیشہ زندہ رہے گی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پنڈت جی کے انتقال سے اُردو کو نقصان پہنچے گا مگر اس زبان میں جو قوت آخذہ ہے اور زندہ رہنے کی طاقت ہے اس کی وجہ سے قائم رہے گی، اُردو زبان پنڈت جی کی طرح نڈر اور ہر دلعزیز ہے، یہ باہر کے ملکوں میں بھی پھیل چکی ہے۔ اس میں جرمن، عربی، فارسی، فرنچ، سنسکرت، بنگلا، تامل، گجراتی سب ہی زبانوں کے الفاظ گھل مل گئے ہیں، دوسری زبانوں کو اپنانے میں اُردو کی صلاحیت کا مقابلہ کوئی اور زبان نہیں کر سکتی، اس لئے اس کو پھلنے پھولنے کا موقع ملے گا۔

ہمایوں کبیر صاحب نے فرمایا کہ مفتی صاحب کی تقریر کا مجھ پر بڑا اثر ہوا ہے۔ ہمیں یک جہتی کے لئے مل کر کام کرنا چاہئے اور ڈرنا نہیں چاہئے۔ پنڈت نہرو سیاسی رہنما ہونے کے علاوہ ایک بڑے اہل قلم اور ادیب تھے شریمتی وجے لکشمی نے ان کی وصیت جو پڑھ کر سنائی اس کا ساز و آہنگ شاعرانہ ہے، انجمن ترقی اُردو بحیثیت ایک بڑے اہل قلم کے پنڈت جی کو اپنا خراج عقیدت پیش کرتی ہے ہمیں ان کا پیغام اپنانا ہے اُنہی کی طرح نڈر اور امن پسند ہونا ہے۔ کچھ لوگ ملک و قوم کو جمہوریت کے نام پر دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ مذہب کے نام پر طاقت اور اکثریت کے نام پر اور دوسری زبانوں کو پیچھے ہٹا کر آگے بڑھنا جمہوریت نہیں ہے۔ ہم زبان کے ذریعے اپنے خیالات پیش کرتے ہیں۔ اس سے انسان کا سماج بنتا ہے۔ راجہ جی نے ایک دفعہ

پنڈت جی سے کہا آپ سب سے بڑے مذہبی آدمی ہیں کہ آپ نے مخلوقِ خدا کی خدمت کی ہے۔ پنڈت جی نے ہم کو سکھایا کہ ہم کسی سے نفرت نہ کریں۔ ہر زبان کا ہر مذہب کا احترام کریں سیکولر اسٹیٹ کا مقصد یہی ہے کہ اس ملک میں سب کو آزادی ہو۔ سب مذہب اور سب زبانیں اپنے دائرے میں خوش رہیں یہی گاندھی، ٹیگور اور نہرو کا پیغام ہے، اور ہر عقلمند انسان کا پیغام ہے جو اس پر عمل نہیں کرتے وہ وطن کے غدار ہیں۔

تقریر کے آخر میں ہمایوں کبیر صاحب نے کہا پنڈت نہرو امیری غریبی کے فرق کو دور کرنا چاہتے تھے۔ ان کو سارے ہندوستان کو خوش حال دیکھنے کی آرزو تھی۔ ان کے راستے پر چل کر ہی ہم ان کی سچی یادگار قائم رکھ سکتے ہیں۔

صدر جلسہ کے اصرار پر جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو نے کہا پنڈت جی کے متعلق میرا کچھ عرض کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، میں اس وقت غالب کا ایک مصرعہ سنانے پر ہی اکتفا کروں گی۔ ع

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

پھر جلسے کی جانب سے ایک تعزیتی ریزولیوشن پیش کیا گیا اس ریزولیوشن کو دو منٹ خاموش کھڑے ہو کر حاضرین نے منظور کیا۔

جناب منور لکھنوی، نریش کمار شاد، گلزار دہلوی بہار برنی، عزیز وارثی نے منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا

اور اپنے محبوب رہنما کی یاد سوگوار دل میں لئے ہوئے حاضرین رخصت ہوئے اور یہ ماتمی جلسہ ختم ہوا۔

تعزیتی تجویز

انجمن ترقی اردو صوبہ دلی کا یہ جلسہ بھارت کے انمول جواہر، امن عالم کے علمبردار آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو کے انتقال پُر ملال کو راشٹر پتا مہاتما گاندھی کی شہادت کے بعد ملک کا سب سے بڑا حادثہ اور نقصان سمجھتا ہے۔

مسٹر نہرو صرف ملک کے وزیر اعظم ہی نہیں تھے بلکہ قومی یک جہتی، آزادیٔ وطن اور پسماندہ مشرق کی آواز تھے۔ وہ اردو زبان کے محسن اور لسانی اقلیتوں کے عظیم محافظ تھے نسل آدم میں مساوات و اخوت اور ملک میں سماج وار جمہوریت اور غیر متعصب فلاحی ریاست کے استحکام کے رہنما اور غیر جانبدار اقوام کے خالق تھے!

جلسے کا خیال ہے کہ اب صدیوں تک ایسی شخصیت کا ارتقا بہت دشوار ہے، ہم اپنے اس محبوب اور ہر دلعزیز رہبر اعظم کی روح کی شانتی کے لئے دعا گو ہیں۔ کاش خدائے بزرگ اس ملک کو اور بالخصوص اہل قلم طبقہ کو ان کے مشن کو آگے بڑھانے اور خود اس پر صدق دل سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (جنرل سکریٹری)

انجمن کی کامیابی

ہمیں مسرت ہے کہ انجمن کی کوششوں سے سردو پور (تحصیل فتح آباد) کے اسکول کی مرمت اور اردو زبان میں لکھی ہوئی درخواستوں کو قبول کئے جانے کے مطالبات کے سلسلے میں امید افزا نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ پنجاب کے سررشتہ تعلیمات کے ڈائرکٹر نے حصار کے افسر تعلیم کو اس موضوع پر جو مراسلہ تحریر کیا ہے اس کی نقل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔ (ادارہ)

افسر تعلیم حصار کے نام ڈائرکٹر صاحب سررشتہ تعلیمات پنجاب رقمطراز ہیں:-

(۱) "مذکورہ اسکول کی عمارت میں مرمت کا مسئلہ جلد از جلد پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ کے افسروں سے مل کر طے کیا جائے اور عمارت میں ضروری مرمت کرا دی جائے۔

(۲) اردو میں لکھی ہوئی درخواستوں کو قبول کئے جانے کے معاملہ پر بھی غور ہوا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی توجہ اس دفتر کے ۷ر اکتوبر ۶۳ء کے مراسلہ کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے اس بات کی نگرانی رکھی جائے کہ تمام متعلقہ افسران اردو میں لکھی ہوئی شکایات اور درخواستوں کو بلا تکلف قبول کر لیں"

شکایات

اس شمارہ میں ہم شکایات کے عنوان سے ایک نیا کالم قائم کر رہے ہیں۔ اس عنوان کے تحت اُردو کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کے سلسلے میں موصول ہونے والی شکایات پیش کی جائیں گی۔ یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ انجمن اس ضمن میں جو کارروائی کرے گی وہ بھی مختصراً بیان کردی جائے گی۔ (ادارہ)

(۱) الف۔ ن۔ بریلوی نے قومی آواز مورخہ ۲۳ رجولائی میں اطلاع دی ہے کہ بریلی کا بجیٹ ماڈل اسکول میں گذشتہ سال سہ لسانی فارمولا کے تحت اُردو پڑھانے کا جو انتظام کیا گیا تھا وہ اب ختم کردیا گیا ہے اور اسکول کی کمیٹی نے یہ طے کیا ہے کہ تیسری زبان کی حیثیت سے اُردو کی جگہ سنسکرت پڑھائی جائے۔

(۲) ماسٹر داؤد صدیقی (قصبہ سلون ضلع رائے بریلی) نے قومی آواز کی ۲۳ رمئی کی اشاعت میں ضلع بورڈ اور دوسرے سرکاری اور نیم سرکاری اسکولوں کے منتظموں کے اس رویّہ کی شکایت کی ہے کہ سہ لسانی فارمولا کے تحت مقررشدہ تعداد میں ہونے کے باوجود اُردو سیکھنے کے خواہشمند طلبہ کو اُردو پڑھانے کا انتظام نہیں کیا جاتا۔ بہانہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اُردو کے ٹرینڈ اُستاد نہیں ملتے۔ صدیقی صاحب نے لکھا ہے کہ اُردو کے اُستادوں کی کمیابی کی وجہ یہ ہے کہ ٹریننگ اسکولوں سے اُردو ذریعہ تعلیم کو ختم کردیا گیا ہے۔ انھوں نے تجویز پیش کی ہے کہ ٹریننگ اسکولوں میں اُردو ذریعہ تعلیم بحال کیا جائے اور عبوری دور میں اسکولوں میں اُردو پڑھانے کے لئے ریٹائرڈ مدرسوں کی عارضی خدمات حاصل کی جائیں۔

(۳) محمد علی صاحب (مرادآباد) نے ۲۷ رمئی کی اشاعت میں مرادآباد میونسپلٹی کے ذمہ داران کے اس رویّہ کی مذمت کی ہے کہ عوام کے اصرار کے باوجود بعض محلوں میں لڑکیوں کے اسکول نہیں کھولے جارہے ہیں۔ نیز یہ کہ ان اسکولوں میں اُردو پڑھانے کا کوئی انتظام نہیں ہے حالانکہ عوام کے ایک بڑے طبقے کی خواہش ہے کہ ان کی بچیاں اُردو پڑھیں۔

نوٹ: یہ تینوں شکایات لسانی اقلیتوں کے کمشنر اور ریاستی انجمن ترقی اُردو (اُتر پردیش) کو فوری کارروائی کے لئے بھیج دی گئی ہیں۔

(ادارہ)

شاخ امروہہ کا شاندار اجتماع

شاخ امروہہ کا ماہانہ علمی ادبی اجتماع جناب عبدالعزیز صاحب سابق میونسپل کمشنر کے مکان پر ہوا۔ عزیز قاضی جوائنٹ سکریٹری نے گذشتہ ادبی اجتماع کی کارروائی سنائی۔ مبین احمد صاحب صدیقی، اظہارالحق صاحب عثمانی، بی اے اور جناب شبنم عتیقی نے اپنے افسانے پیش کئے، دیال سنگھ کالج دہلی کے لیکچرار جناب نفیس احمد بی، ایچ، ڈی نے ایک مفید اور معلومات افزا مضمون پڑھا جس کا عنوان تھا "ہماری سرحدیں" فاضل شہیر جناب نثار احمد فاروقی نے ایک تحقیقی مقالہ پڑھ کر حاضرین کو محفل شعروسخن میں قایم چاندپوری کے مقام عظیم و رفیع سے متعارف کرایا۔ آخر میں ڈاکٹر ظہیر احمد صاحب صدیقی ریڈر شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی، ممبر مسلم یونیورسٹی کورٹ نے اپنے گراں قدر مقالے کے ذریعے ادب میں غزل کی اہمیت اور اس کی افادیت پر سیر حاصل تجزیہ وتبصرہ فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے جو اس جلسے کے مہمان خصوصی تھے، اپنی دو غزلوں سے بھی نوازا۔ حصّۂ نظم میں جناب رحمت امروہوی، جناب زبیر رضوی، افسر صاحب، مبارک صاحب، فیض صاحب اور بزمی صاحب نے اپنا منتخب کلام سنایا۔ صحت مند صالح تنقید میں نثار فاروقی صاحب، اظہار عثمانی صاحب اکرام فاروقی صاحب اور دوسرے متعدد اصحاب نے حصّہ لیا۔ انجمن کا یہ اجتماع اپنی دیرینہ روایات کے مطابق رات کے ۲ بجے کے بعد جناب برجیند رپرشاد ماتھر (ایڈوکیٹ) معتمد اعزازی کی جانب سے شکریہ پر ختم ہوا۔ آپ نے ڈاکٹر ظہیر صدیقی کے خصوصی شکریہ کے علاوہ جناب عبدالعزیز صاحب اور اُن کے صاحبزادگان کا بھی خاص طور پر شکریہ ادا کیا کہ ان حضرات نے جملہ حاضرین کی چائے، پان، اسگرٹ سے تواضع فرمائی۔ (عزیز قاضی)

مرکزی ایکٹوں کا ہندی ترجمہ

معلوم ہوا ہے کہ مرکزی سرکار کے بنائے ہوئے چار ایکٹوں کا ترجمہ آئندہ سال تک شایع ہو جائے گا۔ حکومت کے شعبۂ قانون میں ہندی کو رفتہ رفتہ رائج کرنے کے منصوبے پر عمل درآمد کے سلسلے میں یہ پہلا اقدام ہے۔ مرکزی وزیر داخلہ کی طرف سے منعقد کئے گئے ایک جلسے میں یہ انکشاف کیا گیا کہ سرکاری زبان کے کمیشن نے پانچ مرکزی ایکٹوں کے ترجمے تیار کرلئے ہیں۔ ان میں ضابطہ فوجداری، ضابطہ دیوانی، تعزیرات ہند، قانون شہادت، قانون تبادلہ جائداد شامل ہیں۔ شرکاء جلسہ کو یہ بھی بتایا گیا کہ مرکزی قوانین کے ہندی ترجمے کا کام اطمینان بخش رفتار سے جاری ہے۔ (ہندوستان ٹائمز)

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی

اعلان داخلہ

۶۵-۱۹۶۴ء کے تعلیمی سال میں: دینیات، آرٹس، سائنس، قانون اور کامرس کی فیکلٹیوں میں داخلے (نوٹ: بی۔ ایڈ، ایم۔ ایڈ، بی لب اور سی لب کورس کے داخلے اس سے مستثنیٰ ہیں)

یونیورسٹی ۱۵ر جولائی ۶۴ء کو کھلے گی۔ ۶۵-۱۹۶۴ء کے تعلیمی سال میں حسب ذیل تین Academic terms ہوں گے۔ پہلا ٹرم ۱۵ر جولائی سے ۱۲ر اکتوبر ۶۴ء تک۔ دوسرا ٹرم یکم نومبر سے ۲۲ر دسمبر ۶۴ء تک۔ تیسرا ٹرم ۳ر جنوری سے ۳۰ر اپریل ۶۵ء تک۔

داخلے ۱۵ر جولائی سے شروع ہوں گے اور ۲۳ر جولائی ۶۴ء کو ختم ہو جائیں گے۔ امیدواروں کو چاہیے کہ وہ رجسٹرار صاحب کے دفتر سے داخلے کی درخواستوں کے مقررہ فارم مع ایک تشریحی رسالے کے جو مفت دیا جاتا ہے حاصل کرلیں اور اسی فارم کی خانہ پُری کرکے بطور درخواست داخلہ پیش کریں۔ داخلہ کی درخواستیں رجسٹرار صاحب کو ضروری اسناد (Certificates) کی تصدیق شدہ نقلوں کے ہمراہ زیادہ سے زیادہ جولائی ۶۴ء تک بھیج دی جانی چاہئیں۔ ایل ایل ایم میں داخلہ کی درخواستوں کی وصولیابی اور داخلہ مکمل کرنے کی آخری تاریخیں علی الترتیب ۱۵ر اور ۲۲ر جولائی ہیں۔

یونیورسٹی میں بی۔ اے۔ بی ایس سی اور بی کام کا تین سال کا ڈگری کورس پڑھایا جاتا ہے۔ وہ امیدوار جنھوں نے کوئی ایسا انٹرمیجیٹ امتحان جسے یونیورسٹی تسلیم کرتی ہے پہلی یا دوسری ڈویژن میں پاس کیا ہے، تین سالہ ڈگری کورس کے دوسرے سال میں داخل کئے جائیں گے بشرطیکہ گنجائش (Vacancy) موجود ہو۔

مستحق طلبہ کو یونیورسٹی کی طرف سے فیس میں رعایت، اور مندرجہ ذیل وظائف بھی دیئے جاتے ہیں۔

Fellowships, Research Scholar Ships, Student Ships, Scholar Ships, Reduced rates, Concession in fees etc.

اس کے علاوہ اچھوت طبقہ سے تعلق رکھنے والے ہندو طلبا اور بعض پسماندہ طبقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان مستحق طلبا کو سرکاری وظائف بھی ملتے ہیں۔

یونیورسٹی پراسپکٹس (Prospectus) کی ایک کاپی رجسٹرار صاحب کے دفتر سے دو روپیہ کا منی آرڈر بھیج کر منگائی جا سکتی ہے۔

داخلوں کے لئے مندرجہ ذیل شرائط مقرر ہیں:-

(۱) سائنس کی Faculty میں ان امیدواروں کو داخلہ نہ ملے گا جنھوں نے پچھلا امتحان تیسری ڈویژن میں پاس کیا ہے۔ اس شرط سے علیگڑھ یونیورسٹی کے اسکولوں کے وہ طلبہ مستثنیٰ ہیں جنھوں نے ہائی اسکول کے امتحان میں انگریزی اور ریاضی میں کل کے ۵۰ فی صدی نمبر حاصل کئے ہیں۔

(۲) جن طالب علموں نے انٹرمیجیٹ کورس کے پہلے سال کا امتحان پاس کیا ہے، انکو تین سالہ ڈگری کورس کے پہلے سال میں داخلہ نہ ملے گا۔

(۳) ایسے امیدواروں کو جنھوں نے پچھلا امتحان تیسری ڈویژن میں پاس کیا ہے یا جو Supplementary امتحان دینے والے ہیں، Premedical class میں داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

(۴) ایسے طالب علم جو یونیورسٹی کے کسی امتحان میں دو بار فیل ہو چکے ہیں یا جو حاضری کی کمی کے سبب امتحان سے روک لئے گئے ہیں، داخل نہ کئے جائیں گے۔

(۵) اس یونیورسٹی کے ایسے طالب علموں کو جو حاضری میں کمی کے سبب امتحان سے روک دئے گئے ہیں یا جو امتحان میں شریک ہوئے یا امتحان میں فیل ہو گئے ہیں پھر سے داخلہ لینا پڑے گا۔

(۶) داخلہ کے وقت تمام امیدواروں کو تحریری طور پر یہ بتانا ہو گا کہ وہ یونیورسٹی میں قیام کے دوران اپنے مصارف پورے طور پر برداشت کر سکتے ہیں یا نہیں اور کس سلسلے میں ان کو اپنے والدین یا سرپرستوں سے ضمانت داخل کرانا ہوگی۔ ایسے طلبہ کو جو اپنے اخراجات پورے نہیں کر سکتے بتانا ہوگا کہ وہ اپنا خرچ کس طرح چلائیں گے۔

(۷) تمام امیدواروں کو ہر ٹرم میں ایک مہینہ کی فیس پیشگی جمع کرنی ہوگی یعنی جولائی، نومبر اور جنوری کے مہینوں میں دو دو ماہ کی فیس جمع کرنی ہوگی۔ نئے داخل ہونے والوں سے جولائی میں داخلہ فیس کی بھی شامل ہوگی (مع فیس داخلہ) دوسری مدوں کے مندرجہ ذیل رقومات وصول کی جائیں گی۔

اقامتی طلبہ سے

	بورڈنگ میں کھانا کھانے والوں سے	جو ذاتی طور پر کھانے کا انتظام کریں
انڈر گریجویٹ کلاسوں کے لئے	۲۰۲.۲۵	۱۴۷.۲۵
پوسٹ گریجویٹ کلاسوں کے لئے	۲۱۷.۲۵	۱۵۲.۲۵

غیر اقامتی طلبہ سے

انڈر گریجویٹ کلاسوں کے لئے ۱۱۰.۰۰ پوسٹ گریجویٹ کلاسوں کے لئے ۱۱۰.۰۰

اقامتی طلبہ کی ماہانہ فیس جس میں ٹیوشن فیس نہیں شامل ہے لیکن کھانے کا صرفہ شامل ہے تقریباً ۵۵/- ہے۔ غیر اقامتی طلبہ کی ماہانہ فیس علاوہ ٹیوشن فیس کے ۶/- ہوتی ہے۔

رجسٹرار

عبدالحق

تبصرے

جگن ناتھ آزاد اور اس کی شاعری

مرتبہ: حمیدہ سلطان احمد

ناشر: مکتبہ شاہراہ، دہلی

اس کتاب میں ملک کے مشہور نوجوان شاعر جگن ناتھ آزاد کی شخصیت اور شاعری پر ہند و پاک کے مشاہیر اہل قلم کے ۲۲ مضامین شامل ہیں۔ شروع میں حمیدہ سلطان صاحبہ کا پیش نامہ ہے جس میں انھوں نے آزاد کی دلآویز شخصیت سے متعلق اپنے ذاتی تاثرات بیان کئے ہیں۔ آزاد کی شخصیت کے بارے میں حمیدہ سلطان صاحبہ لکھتی ہیں۔ "اُن کے شائستہ انداز اور مستعلیق طور طریقوں نے مجھ پر واضح کر دیا کہ اُن کا شمار بھی مال غنیمت میں ہے جو پنجاب سے دلّی کو ملا ہے .... میں فطری طور پر رکھ رکھاؤ کی ایسی عادی ہوں کہ اکثر لوگوں سے بہت دنوں تک ملتے رہنے کے بعد بھی کھل کر بات نہیں کرتی اور بہت لئے دیئے رہتی ہوں، لیکن چند شاعر اور ادیب ایسے بھی ہیں جو پچھلا ملاقاتوں کے بعد ہی میرے بے تکلف دوست بن جاتے ہیں۔ میری پسندیدہ ادبی شخصیتوں میں آزاد کا شمار بھی ہے۔"

آزاد کی شاعری کے متعلق انھوں نے اپنے پیش نامہ میں یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ "کوئی شاعر بھی اس دور میں وقتی تحسین و ستائش کے سہارے زیادہ دن نہیں چل سکتا جب تک اُس کے کلام میں حقائق نہ ہوں۔ غم دوراں میں پھنس کر آج کا انسان غم جاناں کو بھول سا گیا ہے۔ اس لئے اب ہمارے شعر و ادب سے بھی رندی و سرمستی کے عناصر بالکل تو خارج نہیں ہو گئے لیکن اب ذوق بالکل بدل گیا ہے۔ اس ماحول میں صرف چھلکتی ہوئی کمر دل اور تھرکتے ہوئے قدموں کی کہانی سُنانے والا شاعر پنپ نہیں سکتا۔ آزاد صرف رسمی شاعری نہیں کرتا بلکہ ان طوفانوں سے بھی کھیلتا ہے جو انقلاب کے دھائے میں بہا کر اُس کو کہاں سے کہاں لے آتے ہیں۔ قدرت نے آزاد کو حساس دل بھی دیا ہے اور مفکر دماغ بھی۔ صحیح روحانیت کے ساتھ پاکیزگیٔ تخیل اور حسن بیان کی دولت سے بھی آزاد کی شاعری مالا مال ہے۔"

آزاد کے سب ہی ناقدین اس بات پر متفق ہیں کہ آزاد کی شاعری زندگی کی پکار ہے، آزاد کا فن اُسکی شخصیت ہی کی طرح دلآویز ہے اور جس طرح اُسکی زندگی اور شخصیت خلوص اور محبت کے ارفع جذبات کی آئینہ دار ہے اسی طرح اُس کی شاعری بھی خلوص اور محبت سے معمور ہے۔ آزاد کی شاعری زندگی کی نہ مٹنے والی قدروں کی ترجمانی کرتی ہے، اس لئے زندہ رہے گی۔ اُس کی بعض نظمیں تو ابھی سے "تاریخی حیثیت" اختیار کر چکی ہیں۔ اس قسم کی نظموں میں "اُردو" پر اُس کی طویل نظم سر فہرست ہے۔

مضامین کے انتخاب میں حمیدہ سلطان صاحبہ کی تنقیدی سوجھ بوجھ اور سلیقہ مندی نمایاں ہے۔ آزاد کی شخصیت اور شاعری کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس پر کسی نہ کسی مضمون میں مکمل روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔ تصویروں کی شمولیت نے اس کتاب کی دلچسپی میں اور بھی اضافہ کر دیا ہے۔

تعمیری شاعری کا ذوق رکھنے والے حضرات کے لئے اس کتاب کا مطالعہ دلچسپ بھی ہوگا اور مفید بھی، کیونکہ بعض مضامین میں اصول نقد اور شاعری کی اعلیٰ قدروں پر اچھی خاصی بحث بھی موجود ہے۔ اس ضمن میں پروفیسر آل احمد سرور کا "ستاروں سے ذرّوں تک" کا جائزہ اور فراق گورکھپوری کا "ابتدائیہ" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جگر کی غزلیہ شاعری

اشفاق علی خاں

ناشر: ادارہ ادب و ثقافت، علی گڑھ

اشفاق علی خاں اُردو کے جانے پہچانے لکھنے والوں میں ہیں اور ان کے علمی اور ادبی مضامین ہندوستان کے اکثر رسائل میں چھپتے رہتے ہیں۔ وہ ایک اچھے شاعر بھی ہیں۔

اب تک جگر کی شاعری پر جو کچھ لکھا گیا ہے، زیر نظر کتاب کے مصنف نے اس روش سے بالکل ہٹ کر جگر کی غزلیہ شاعری کا تنقیدی جائزہ لیا ہے شروع میں اُردو میں فن تنقید کا بھی اجمالی تجزیہ کیا گیا ہے اور اس بات پر تاسف ظاہر کیا گیا ہے کہ اُردو زبان میں فن تنقید ہنوز عالم طفلی میں ہے۔ مصنف نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اُردو کے ناقدوں کو انگریزی فارسی اور دوسری زبانوں کے ادبی تنقیدی سرمایہ سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرنا چاہئے۔ اسی طرح اُردو میں فن تنقید کے معیاری اصولوں کی صحیح خطوط پر تدوین ہو سکتی ہے۔

مصنف نے جگر کے کلام کا جائزہ لینے سے پہلے اُن تنقیدی اصولوں کا تعین کر دیا ہے جن کی کسوٹی پر انھوں نے آگے چل کر جگر کے کلام کو پرکھا ہے۔

یہ کتاب اس لحاظ سے خاصی اہمیت اور دلچسپی کی حامل ہے کہ اس میں ہمارے موجودہ تنقیدی اصولوں میں ترمیم و اصلاح کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے اور جن بنیادوں پر یہ ضرورت ظاہر کی گئی ہے اُن کی پوری طرح نشان دہی کر دی گئی ہے۔

اس کتاب کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں غزل گوئی کی ہر دور کی روایات اور خصوصیات کا بھی تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور جگر کے کلام کا ان روایات و خصوصیات کی روشنی میں بھی تجزیہ کیا گیا ہے۔ جگر پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے اس لئے کہ اس میں تحقیق کے کچھ نئے گوشوں کو سامنے لایا گیا ہے۔

افسوس کہ کتاب کی لکھائی اور چھپائی بہت خراب ہے۔ اور کتابت کی بہت سی غلطیاں باقی رہ گئی ہیں۔ اُمید ہے کہ ادارہ ثقافت و ادب کے منتظمین جن کی یہ پہلی پیش کش ہے اپنی طرف سے آئندہ پیش ہونے والی کتابوں کے اس پہلو پر خاص توجہ صرف کریں گے۔

بیرم خاں کی نظموں کا مجموعہ

شہنشاہ اکبر کے اتالیق بیرم خاں کی نظموں کا ایک مجموعہ حال ہی میں روس کی وسط ایشیائی جمہوریت ترکمانیہ میں مسٹر جی۔ دی۔ وبلوف کو ملا ہے۔

بیرم خاں نے جو ترکمانی نسل سے تعلق رکھتے تھے اپنی نظمیں ترکمانی اور فارسی زبان میں لکھی ہیں۔ ان نظموں کے موضوع انسانیت دوستی، حب الوطنی اور فلسفیانہ تفکر ہیں بعض نظمیں غنائیہ انداز کی بھی ہیں۔

اس مجموعے میں کوئی دو ہزار مصرعے ہیں ترکمانی زبان میں لکھی جانے والی سولھویں صدی کی یہ پہلی ادبی دستاویز ہے۔ اب تک یہی سمجھا جاتا تھا کہ اٹھارویں صدی کے شاعر دوست محمد آزادی ترکمانی ادب کے بابا آدم ہیں۔ یہ مجموعہ ترکمانیہ کے گورکی میوزیم کے حوالے کر دیا گیا ہے۔

(قومی آواز)

آپ اُردو ہفتہ کیسے منائیں؟

انجمن ترقی اُردو (ہند) شاخ لکھنؤ اُتر پردیش کی ہدایت پر جو اُردو ہفتہ صوبے میں منایا جانے والا ہے امید ہے کہ وہ پورے ضبط و نظم کے ساتھ خوش گوار ماحول میں ہوشمندی سے منایا جائے گا اور ترتیب پروگرام میں زبان کی ترقی و ترویج کے افادی پہلو کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا تاہم عنوانات ذیل پیش ہیں: پروگرام ترتیب دیتے وقت ان پر ضرور نظر ڈالی جائے۔

(۱) ناخواندہ لوگوں کو دستخط کرنا سکھانا۔

(۲) وقتی اُردو مدرسے قایم کرنا۔

(۳) تعلیم بالغان کے لئے شبینہ مدارس قایم کرنا۔

(۴) والدین کو متوجہ کرنا کہ بروقت داخلہ اسکول بچّوں کی زبان اوّل اُردو لکھائیں۔

(۵) عوام سے اُردو میں لکھنے پڑھنے اور کاروبار کرنے کی درخواست کرنا۔

(۶) خطوط پر اُردو اور ہندی میں پتے لکھنے کی ترغیب دینا۔

(۷) جلسے مشاعرے اور مکالموں کی محفلیں منعقد کرنا۔

(محمد احسان حسین منیجر مرکز تعلیم امروہہ
نائب صدر ریاستی انجمن ترقی اُردو ہند اتر پردیش)

پنڈت جی کے پیغام امن کی تبلیغ

اُردو کے عالموں، ادیبوں اور شاعروں نے انجمن تعمیر اُردو کی طرف سے پنڈت نہرو کے انتقال پر منعقد ہونے والے تعزیتی جلسے میں عہد کیا کہ وہ جواہرلال کے پیغام کو دیش کے کونے کونے میں پھیلائیں گے اور امن، قومی یکجہتی، ملک میں سوشلسٹ جمہوریت کا قیام، منصوبہ بند صنعتی ترقی اور ان دوسرے عظیم مقاصد کی کامیابی کے لئے تن، من، دھن سے کام کریں گے جو ہمارے عظیم اور محبوب لیڈر کو اتنے عزیز تھے۔

اس جلسے میں اُردو کے ممتاز ادیبوں اور شاعروں نے حصہ لیا۔

(ہندوستان ٹائمز)

ہمدرد میں عبد المجید خانصاحب کا سوگ

ادارۂ ہمدرد کے منتظمین اور کارکنوں نے اپنے تعزیتی جلسے میں عبد المجید خاں صاحب، اڈمنسٹریٹر ہمدرد کے انتقال پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کیا اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ جلسے کی صدارت جناب حکیم عبد الحمید صاحب متولی ہمدرد نے کی۔

مالک انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ و پبلشر خورشید حسن پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا